تحقیق و بحث

مولانا عبدالسلام رحمانی (بھارت)

فضائلِ ماہِ محرم و یومِ عاشوراء

ایک تنقیدی جائزہ!

محرم ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے "حرمت والے مہینے قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حرمت والے مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ براءۃ)

یوں تو ہر مہینہ میں اور ہر آن ہر گھڑی فتنہ و فساد، قتل و غارت گری اور فسق و فجور سے اجتناب ضروری ہے مگر ان حرمت والے مہینوں میں ان امور سے خاص طور پر اجتناب کرنا چاہیے۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کی حرمت مسلّم تھی اور جاہلی عرب ان مہینوں کی حرمت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ وہ کسی مہینہ کو ماہِ حرام قرار دیتے ہوتے اس میں فسق و فساد اور قتل و غارت گری کی جسارت نہ کرتے تھے۔ اگر کسی ماہِ حرام میں انھیں یہ حرکتیں کرنی ہوتیں تو وہ اس ماہِ حرام کو کچھ پیچھے ہٹا دیا کرتے تھے مگر ان سے یہ جسارت نہ ہوتی تھی کہ کسی مہینہ کو ماہِ حرام قرار دیتے ہوتے اس میں یہ حرکتیں کریں، ان کے اس حیلہ کو "نسیئ" کے نام سے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہے، فرمایا:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا (الآیۃ)

"بے شک مہینوں کی تعداد آسمان و زمین کی روزِ پیدائش سے نوشتۂ الٰہی میں بارہ ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہی امر محکم ہے۔ پس ان چار مہینوں میں تم اپنے اوپر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں ہی کے ساتھ ہے

"نسیئ" تو کفر میں ایک مزید کافرانہ حرکت ہے جس سے یہ کافر لوگ گمراہی میں مبتلا کیے جاتے ہیں۔ کسی سال ایک مہینہ کو حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال اس کو حرام کر دیتے ہیں تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری بھی ہو جائے اور اللہ کا حرام کیا ہوا حلال بھی ہو جائے۔ اُن کے بُرے اعمال اُن کے لیے خوشنما بنا دیے گئے ہیں اور خدا منکرینِ حق کو راہ یاب نہیں کرتا۔"

اُن جاہلی عربوں میں بھی ان حرمت والے مہینوں کے اندر معاصی سے اجتناب کا اس قدر جذبہ تھا کہ وہ اس کی خاطر "نسیئ" (جو اگرچہ مذموم ہے) کا حیلہ اختیار کرتے تھے۔ مگر آج امتِ مسلمہ کی بے حسی کا یہ حال ہو گیا ہے کہ اس میں اُن جاہلی عربوں کے برابر بھی اُن حرمت والے مہینوں کی حرمت کا احساس باقی نہیں رہا۔ یہ امتِ محرم جیسے ماہِ حرام میں فسق و فساد اور عصیان و معصیت کا وہ طوفان اٹھاتی ہے کہ الامان والحفیظ!

ماہِ محرم کا وہ دن جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ کا دن قرار دیا تھا اور اسے کفارۂ سیئات ٹھہرایا تھا، عین اسی دن کو اس قدر بدعات و خرافات کی نذر کر دیا گیا کہ عوام تو عوام، کتنے خواص تک اس مہینہ کی سنتِ صحیحہ سے بے تعلق ہو کر بدعات و خرافات کو دینی کام سمجھ بیٹھے ہیں اور ضعیف و موضوع روایات کا اتنا انبار لگا دیا گیا اور حبِ آلِ نبیؐ کے نام پر اتنے رسم و رواج وضع کر لیے گئے کہ جن سے حقیقت کو دُور کا بھی واسطہ نہیں! حیرت ہوتی ہے کہ ان حالات میں جبکہ شیعوں اور خرافیوں نے موضوع و مہمل روایات کے بیان و اشاعت کا ایک طوفان بپا کر رکھا ہے اور عوام ان موضوع روایات کو حدیثِ رسولؐ سمجھ بیٹھے ہیں، بسا اوقات اہلحدیث و اصحابِ دیوبند کے اسٹیج و صحافت سے بھی انہی موضوع و مہمل روایات کا بیان بلا نقد و تحقیق ہونے لگتا ہے اور فضائلِ محرم و حادثۂ کربلا و شہیدِ کربلا سے متعلق بے سروپا روایات کے بیان میں بڑے بڑے ثقہ حضرات اور خاصے صاحبانِ جبہ و دستار جھومتے نظر آتے ہیں۔

اسی صورتِ حال کے پیش نظر میرا ارادہ ہوا ہے کہ میں اپنے علم کی حد تک ان روایات کی حیثیت واضح کروں جو ماہِ محرم ویوم عاشوراء کی فضیلت پر مروی ہیں تاکہ ان روایات کی حقیقت سے واقفیت ہو جائیں اور ان غیر صحیح روایات کے چکر میں نہ پڑیں۔ ان روایات کے ذکر سے پہلے اجمالی طور پر میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ماہِ محرم میں صحیح روایات سے

روزہ کے سوا کوئی عمل ثابت نہیں ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "منہاج السنہ" میں فرماتے ہیں:

"اور جیسا کہ عاشوراء کے دن فضائل کے باب میں اہل وعیال پر وسعت اور مصافحہ وخضاب وغسل کی برکت وغیرہ کے متعلق حدیثیں بیان کی جاتی ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس دن ایک خاص نماز پڑھنی چاہیے۔ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب وافتراء ہے۔ محرم میں صومِ عاشوراء کے سوا کوئی عمل بسند صحیح ثابت نہیں۔" (ص۱۱۱ ج ۴ مطبوعہ مصر ۱۳۲۲ھ)

اور علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں:

"اہلِ سنت کے ایک جاہل گروہ نے یہ مذہب بنا لیا ہے کہ رافضیوں کو چڑانے کے لیے (جو کہ اس دن ماتم کرتے ہیں) اس دن کی فضیلت میں بہت سی جھوٹی روایات گھڑ لی ہیں۔ ہم ان دونوں گروہوں سے بری ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن روزہ کا حکم صحیح طور پر ثابت ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ اس دن کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو گا۔ مگر ان لوگوں نے اس ثابت شدہ مشروع عمل پر قناعت نہیں کی اور حدیث صحیح سے اعراض کر کے لمبی چوڑی کہانیوں میں کھو گئے اور جھوٹ گھڑنے تک کا ارتکاب کر ڈالا" (کتاب الموضوعات مطبوعہ مصر ۱۹۶۶ء ص۱۹۹ جلد ۲)

اس تمہید کے بعد ابن الجوزیؒ نے موضوع روایات کا ذیلی عنوان قائم کر کے ماہِ محرم و یوم عاشوراء کی بابت مروی بعض احادیث ذکر کی ہیں۔ پہلی حدیث انہوں نے یہ ذکر کی ہے:

۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن یوم عاشوراء کا روزہ فرض کیا ہے جو محرم کا دسواں دن ہے۔ پس تم لوگ بھی اس دن روزہ رکھو اور اپنے اہل پر اس دن خرچ میں کشادگی کرو۔ اس لیے کہ جو شخص یوم عاشوراء کو اپنے اہل پر کشادگی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال کشادگی کرے گا۔ تم اس دن روزہ رکھو کیونکہ یہی دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ قبول کی ہے، اسی دن ادریسؑ کو بلند مقام پر اٹھایا[۱]، اسی دن ابراہیمؑ کو آگ سے بچایا، اسی دن نوحؑ کو کشتی

[۱] سورۃ مریم (آیت ۵۷) میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کی بابت فرمایا ہے "ورفعناہ

سے اتارا، اسی دن موسیٰؑ پر تورات نازل فرمائی، اسی دن اسماعیلؑ کو فدیہ دے کر ذبح سے بچایا، اسی دن یوسفؑ کو قید سے نکالا، اسی دن یعقوبؑ کی بینائی لوٹائی، اسی دن ایوبؑ سے مصائب دُور کیئے، اسی دن یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا، اسی دن بنی اسرائیل کے لیے سمندر کو پھاڑا، اسی دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرماتے، اسی دن موسیٰؑ کو سمندر سے پار اتارا اور اسی دن قوم یونسؑ کو توبہ کی توفیق عطا فرمائی تھی۔ پس جس شخص نے اس دن روزہ رکھا تو اس دن کا روزہ اس کے لیے چالیس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے گا یوم عاشوراء ہی دُنیا کا پہلا دن ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ ایام میں سب سے پہلے پیدا کیا، اسی دن آسمان سے سب سے پہلی بارش اتاری، اور اسی دن اپنی سب سے پہلی رحمت نازل فرمائی ہے۔ تو جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا اس نے گویا پورا زمانہ روزہ رکھا اور یہی عاشوراء کا روزہ انبیاء کا روزہ ہے اور جس نے عاشوراء کی پوری رات عبادت میں گزاری۔ اُس نے گویا ساتوں آسمان کے عبادت گزاروں جیسی خدا کی عبادت کی اور جس نے اس دن چار رکعت نماز پڑھی ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ الحمد اور پچاس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کی پچاس سال گزشتہ اور پچاس سال آئندہ کی خطائیں بخش دے گا اور اس کے لیے ملأ اعلیٰ میں ایک کروڑ نور کے منبر بناتے گا۔ اور جس نے اس دن کسی کو ایک گھونٹ پانی پلا دیا تو اس نے گویا ایک لمحہ بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی اور جس نے اس دن مسکینوں کے کسی گھرانے کو آسودہ کر دیا وُہ پلصراط پر سے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ گزر جائے گا اور جس نے اس دن کوئی صدقہ کیا اس نے گویا کبھی بھی کسی سائل کو محروم واپس نہیں کیا اور جس نے اس دن غسل کر لیا وُہ مرض الموت کے سوا کسی مرض میں مبتلا نہ ہوگا اور جس نے اس دن سرمہ لگایا اس کو سال بھر آشوبِ چشم کی شکایت نہ ہوگی اور جس نے اس دن کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر دیا، اس نے گویا

مکاناً علیاً "، جس کا سیدھا سادھا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ادریس علیہ السلام کو درجہ بلند عطا فرمایا تھا مگر اس موقع پر ہمارے مفسرین نے بعض اسرائیلی روایات نقل کر ڈالی ہیں اور انہی اسرائیلی روایات سے منتقل ہو کر یہ بات ہمارے ہاں بھی مشہور ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریسؑ کو آسمان پر اٹھا لیا تھا اور ان کی موت وہیں آسمان پر ہوئی۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں، ادریس علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا کسی بھی مرفوع سند سے ثابت نہیں ہے (فتح الباری کتاب الانبیاء۔ باب ذکر ادریسؑ)

بنی آدم کے سارے یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کیا اور جس نے یومِ عاشوراء کا روزہ رکھا، اس کو دس ہزار فرشتوں کا، ایک ہزار حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کا اور ایک ہزار شہیدوں کا ثواب دیا جائے گا۔ اور ساتوں آسمان بھر کا ثواب دیا جائے گا۔ یومِ عاشوراء ہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور سمندروں کو پیدا کیا، اور اسی دن عرش اور لوح و قلم کو پیدا اور جبرئیل علیہ السلام کو بھی اسی دن پیدا کیا۔ اسی دن عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پہ اٹھایا۔ اسی دن سلیمان علیہ السلام کو حکومت عطا کی اور اسی دن قیامت قائم ہوگی، جس نے اس دن کسی مریض کی عیادت کی، اس نے گویا بنی آدم کے سارے مریضوں کی عیادت کی۔" (ص ۲۰۱)

سبحان اللہ! ؎ پاپوش میں لگادی کرن آفتاب کی

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی!

جس وضاع و کذاب نے یہ حدیث گھڑی ہے، حد کردی حدیث گھڑنے کی بھی۔ کوئی احمق ہی ہوگا جو اس مضحکہ خیز روایت کو حدیثِ رسولؐ مان بیٹھے گا۔ ابن الجوزی فرماتے ہیں:

"اس روایت کے موضوع ہونے میں کسی بھی سمجھدار کو شک نہیں ہو سکتا۔"

"گھڑنے والے نے کمال ہی کردی، کیسے کیسے مخفی گوشوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ اسے ذرا بھی شرم نہ آئی کہ وہ کیسی ناممکن بات کہے جا رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ عاشوراء کا دن وہ پہلا دن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ ایام میں سب سے پہلے پیدا کیا ہے۔ کتنا احمق ہے اس کا گھڑنے والا، کہ وہ دن جس کا نام عاشوراء (یعنی دسواں دن) ہے تخلیقِ ایام میں وہ پہلا دن کیسے قرار پایا؟ جبکہ اس کو دسواں دن ہونے کے لیے نو دن کا وجود اس سے پہلے ضروری ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یومِ عاشوراء ہی کو آسمان و زمین و پہاڑ سب پیدا کیے گئے۔ حالانکہ صحیح روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو سنیچر کے دن اور پہاڑوں کو اتوار کے دن (یعنی دو الگ الگ دنوں میں) پیدا کیا ہے اور اس موضوع روایت میں ثواب کا جو طول و عرض بیان کیا گیا ہے وہ کسی طرح بھی محاسنِ شریعت سے میل نہیں کھاتا۔ یہ کیسے مستحسن قرار دیا جا سکتا ہے کہ صرف ایک دن کا روزہ کوئی آدمی رکھ لے تو اسے ہزار حاجیوں، ہزار عمرہ کرنے والوں اور ہزار شہیدوں کا ثواب دے دیا جائے؟ یہ اصولِ شرع کے خلاف ہے۔ اگر ہم اس روایت پر یکے بعد دیگرے تنقید کریں تو بات لمبی ہو جائے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ موضوع روایت ہے مگر یہ عجیب معاملہ ہے کہ یہ

موضوع روایت، ثقہ رُواۃ کی حدیثوں میں گھسیڑ دی گئی ہے (یعنی سند میں ثقہ رُواۃ ذکر کر دیے گئے ہیں)"۔ ص ۲۰۱

"اَنَّ بَعْضَ الْمُتَاَخِّرِیْنَ وَضَعَہٗ وَرَکَّبَہٗ عَلٰی ھٰذَا الْاِسْنَادِ"

"اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ متاخرین میں سے کسی نے یہ حدیث گھڑی ہے اور اس میں ثقہ راویوں کی یہ سند جوڑ دی ہے"۔

ابن الجوزیؒ نے اس تبصرہ کے بعد اس سند کے ایک راوی پر ائمہ جرح و تعدیل کا کچھ کلام بھی نقل کیا ہے۔ اس کے بعد ایک دوسری سند سے بروایت ابن عباسؓ یہ حدیث ذکر کی ہے کہ:

۲۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا اس کے لیے ساٹھ سال کے صیام و قیام کی عبادت لکھ دی جائے گی۔ اور اس کو دس ہزار فرشتوں، ایک ہزار حاجیوں و عمرہ کرنے والوں، اور دس ہزار شہیدوں کا ثواب دیا جائے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں ساتوں آسمان بھر کا ثواب لکھ دیا جائے گا اور جس کے پاس عاشوراء کے دن کوئی مومن افطار کرے گا تو گویا اس کے پاس ساری امت محمدیہ نے افطار کیا اور جس نے اس دن کسی بھوکے کو کھانا کھلا دیا۔ اس نے گویا آپؐ کی امت کے تمام فقیروں کو کھانا کھلایا اور آسودہ کیا اور جس نے اس دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر دیا تو اس یتیم کے سر کے ہر بال کے عوض جنت میں اس کا ایک ایک درجہ بلند کیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا" پھر تو اے اللہ کے رسولؐ، یومِ عاشوراء کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑی فضیلت عطا فرمائی ہے"۔ آپؐ نے فرمایا، "بے شک، یہی تو وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے زمین، پہاڑ، تارے لوح و قلم، جبرئیلؑ، فرشتے، آدمؑ اور والدِ ابراہیم کو پیدا کیا ہے، اسی دن انہیں آتش نمرود سے صحیح سالم نکالا ہے، اسی دن اسماعیلؑ کو دنبہ کا فدیہ دے کر بچایا ہے، اسی دن فرعون کو ڈبویا ہے، اسی دن ادریسؑ کو اٹھایا ہے اور اسی دن انہیں پیدا کیا ہے، اسی دن آدمؑ کی توبہ قبول کی ہے، اسی دن داؤدؑ کی مغفرت کی ہے، اسی دن سلیمانؑ کو سلطنت دی ہے۔ اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا ہے۔ اسی دن خدائے تعالیٰ عرش پر جلوہ فرما ہوا ہے اور اسی دن قیامت قائم ہو گی"۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں، یہ حدیث بھی بلاشبہ موضوع ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا اس

حدیث کا ایک راوی) حبیب بن ابی حبیب جھوٹا راوی ہے۔ ابن عدی نے کہا، یہ شخص حدیثیں گھڑتا ہے۔ ابو حاتم نے کہا، یہ حدیث باطل اور بے بنیاد ہے۔ حبیب مرو کا باشندہ ہے، حدیثیں گھڑ کر ثقہ راویوں پر چسپاں کر دیتا ہے۔ اس کی حدیثیں نقل کرنی جائز ہی نہیں ہیں مگر یہ کہ بطور تنقید نقل کی جائیں۔ (ص ۲۰۳)

حافظ سیوطیؒ نے بھی "اللآلی المصنوعہ" میں اسے نقل کیا ہے اور اسی حبیب کو اس موضوع روایت کا سبب قرار دیا ہے (ص ۳۶۷)

پھر موضوع روایات کے تحت ابن الجوزیؒ نے یہ تیسری حدیث نقل کی ہے کہ،

۳۔ "عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے اہل پر عاشوراء کے دن کشادگی کی اللہ تعالیٰ اس پر سال بھر کشادگی کرے گا۔"

ابن الجوزی فرماتے ہیں، "عقیلی نے کہا، اس حدیث کا راوی ہیصم مجہول ہے اور حدیث غیر محفوظ ہے، ابن حبان نے کہا، اس شخص کی روایات سے احتجاج جائز نہیں ہے۔ اس حدیث کو سلیمان بن ابو عبد اللہ نے بھی ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ عقیلی نے کہا، سلیمان مجہول ہے اور حدیث غیر محفوظ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی مسند روایت میں یہ قول ثابت نہیں۔" (ص ۲۰۳)

یہ حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ اور ابو ہریرہؓ کے علاوہ ابو سعیدؓ اور جابرؓ سے بھی روایت کی گئی ہے اور اسے بہت سے محدثین نے اپنی مصنفات میں نقل کیا ہے چنانچہ اس حدیث کو رزین نے اپنی جامع میں، بیہقی نے شعب الایمان میں، طبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں، ابن عدی نے اپنی مسند میں، ابن عبد البر نے الاستذکار میں اور بعض دوسرے محدثین نے اپنی بعض مصنفات میں ذکر کیا ہے۔ سیوطی نے "اللآلی المصنوعہ" ص ۳۶۹ میں اس روایت کو کئی سند سے ذکر کر کے اسے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور ابو الفضل بن ناصر نے اس کے بعض طرق کو صحیح کہا ہے۔ امام بیہقی و حافظ عراقی اس کی تحسین کے حق میں ہیں اور حافظ سخاوی کا میلان بھی جابر عند عبد البر والی حدیث کی تحسین کی طرف ہے اور صاحب مرعاۃ المفاتیح حضرت محدث مبارکپوری حفظہ اللہ کے نزدیک بھی امام بیہقی کا رجحان معتمد ہے۔ سفیان ثوری نے فرمایا ہم نے اس کا تجربہ کیا تو اس کو ایسا ہی پایا۔ جابرؓ، ابو الزبیر اور شعبہ سے بھی یہی منقول ہے (مرعاۃ ص ۵۱، ج ۳)

شیخ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ اپنی تعلیق مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

"هُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ مِنْ جَمِيعِ طُرُقِهِ وَحَكَمَ عَلَيْهِ شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنُ تَيْمِيَّةَ بِالْوَضْعِ فَمَا أَبْعَدَ، وَالشَّرِيعَةُ لَا تَثْبُتُ بِالتَّجْرِبَةِ"

"یہ حدیث من جمیع طرق ضعیف ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اسے موضوع کہا ہے اور اس کا موضوع ہونا کچھ مستبعد نہیں۔ رہا فلاں وفلاں کا تجربہ، سو تجربہ شریعت میں حجت نہیں۔" (ص ۶۰۳ ج ۱)

اُوپر گزرا کہ ابن الجوزی نے اسے موضوع روایات میں شمار کیا ہے اور امام ابو جعفر عقیلی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی مسند روایت میں یہ قول ثابت نہیں۔ آٹھویں صدی کے محدث و فقیہ حافظ ابن رجب "لطائف المعارف" میں فرماتے ہیں:

"وَقَدْ رُوِيَ مِنْ وُجُوهٍ مُتَعَدِّدَةٍ لَا يَصِحُّ فِيهَا شَيْءٌ"

"یہ حدیث کئی سندوں سے روایت کی گئی ہے مگر کوئی بھی روایت اس بارے میں صحیح نہیں ہے۔" (ص ۵۲)

"منہاج السنۃ" (ص ۲۴۸ ج ۲ و ص ۱۱۱ ج ۴) و فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (ص ۲۵۴ ج ۲) میں اس حدیث کے متعلق امام احمدؒ سے منقول ہے "لَا أَصْلَ لَهُ" اس روایت کی کوئی اصل نہیں "فَلَمْ يَرَهُ شَيْئًا"، امام احمد نے اس روایت کو کچھ شے نہیں سمجھا۔ حافظ ذہبی، ابن وضاح اور صاحب سفر السعادۃ کے رویّہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ایک موقع پر عاشوراء سے متعلق جھوٹی روایتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تَوْسِيعُ النَّفَقَاتِ فِيهِ هُوَ مِنَ الْبِدَعِ الْمُحْدَثَةِ الْمُقَابِلَةِ لِلرَّافِضَةِ وَقَدْ وُضِعَتْ فِي ذٰلِكَ أَحَادِيثُ مَكْذُوبَةٌ فِي فَضَائِلِ مَا يُصْنَعُ وَصَحَّحَهَا الْبَعْضُ كَابْنِ نَاصِرٍ وَغَيْرِهِ وَلٰكِنْ لَيْسَ فِيهَا مَا يَصِحُّ لٰكِنْ رُوِّيَتْ لِأُنَاسٍ اعْتَقَدُوا صِحَّتَهَا فَعَمِلُوا بِهَا وَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهَا كَذِبٌ" (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۰۱ مطبوعہ مصر: ۱۹۵۰ء)

یعنی "عاشوراء کے دن نفقہ میں فراخی کرنا ان بدعتوں میں سے ہے جو روافض

(مدعیانِ حبِ اہل بیت) کے بالمقابل وضع کی گئی ہیں اور ان بدعات کے فضائل میں بہت سی جھوٹی روایتیں گھڑ لی گئی ہیں اور ابن ناصر وغیرہ بعض حضرات نے اس کو صحیح قرار دیا ہے حالانکہ اس باب میں کوئی بھی صحیح روایت نہیں ہے، کچھ لوگوں نے لاعلمی میں اس کو صحیح سمجھ کر اس پر عمل کیا ہے۔"

حافظ سیوطی نے جو اس کی دو چار سندیں ذکر کی ہیں، ان سب میں ایسے مجروح راوی ہیں جن کی وجہ سے کثرتِ طُرق کے باوجود یہ روایت درجۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ والی سند میں دو راوی ہیں جن کو محدثین نے ''وضّاع'' (جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا) کہا ہے۔ ایک سند کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا "سخت منکر ہے" (لسان المیزان) نیز اس میں ایک خارجی راوی ہے اور ابوسعید والی سند میں مجہول راوی ہیں اور دو راوی متروک ہیں۔

اس حدیث کی بعض سندوں میں خارجی راوی ہیں اور زیادہ تر کوفی بصری ہیں، جہاں خروج ونصب (عداوتِ علیؓ وحسینؓ) کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ مدعیانِ حبِ اہل بیت نے اگر ماتم کی چیزیں پیدا کر لیں تو دشمنانِ اہل بیت نے ان کے مقابل مسرت کے امور اس دن کے لیے گھڑ لیے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"قتلِ حسینؓ کے سبب شیطان نے دو بدعتیں پیدا کر دیں۔ ایک تو مدعیانِ حبِ حسین رافضیوں کے ذریعے، جنھوں نے اس دن کو یومِ ماتم بنا لیا۔ دوسری بدعت دشمنانِ علی وحسین (خارجیوں) کے ذریعے جنھوں نے اس دن کے لیے مسرت کے بہت سے عمل وضع کیے اور انہوں نے یہ حدیث گھڑی کہ جو شخص یومِ عاشوراء کو اپنے اہل پر کشادگی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال کشادگی کرے گا، وغیرہ وغیرہ" (منہاج السنہ ص ۲۴۸ ج ۲ ملخصاً)

اور اس قسم کی روایات گھڑ لینا اہلِ بدعت کا عام شیوہ تھا۔ بسا اوقات راویانِ اہلِ حق بھی اپنی نادانستگی کے سبب ایسی روایتیں سن کر بیان کرنے لگتے تھے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے "منہاج السنہ" و "فتاوی" و "اقتضاء الصراط المستقیم" میں اور حافظ ابن حجرؒ نے "تہذیب التہذیب" اور "لسان المیزان" میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

نیز ان مجہول راویوں اور ضعیف سندوں کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

عہدِ مبارک اور صحابہ رضؓ و تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کے زمانوں میں اس توسیع نفقۃ کا کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ اس کے برعکس امام محمد بن وضاح نے اپنی کتاب البدع المنہی عنہا" میں امام یحییٰ بن یحییٰ (المتوفی ۲۳۴ھ) سے نقل کیا ہے :

"میں امام مالک کے زمانے میں مدینہ منورہ اور امام لیث وابن القاسم و ابن وہب کے ایام میں مصر میں موجود تھا اور یہ دن (یومِ عاشوراء) وہاں آیا تھا مگر کسی سے میں نے اس توسیعِ نفقۃ کا ذکر تک نہیں سنا۔ اگر ان کے ہاں کوئی ایسی روایت ہوتی تو باقی احادیث کی طرح اس کا بھی وہ ذکر کرتے" (ص۴۵)

امام ابن وضاح اور یحییٰ بن یحییٰ تیسری صدی کے بلند پایہ محدث وفقیہ ہیں۔ ان کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ عمل، جس کسی کا تھا، بلا ثبوت تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سلف کا زمانہ دوسری بدعات کے ساتھ "توسیعِ نفقۃ" سے بھی خالی تھا۔ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں :

"دس محرم کو خاص کھانا پکانا وغیرہ منجملہ بدعات ومنکرات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کا یہ طریقہ نہ تھا۔ نہ مسلمانوں کے کسی امام نے اس کو مستحب اور کارِ ثواب سمجھا نہ امام مالک، احمد، شافعی، اسحاق بن راہویہ وغیرہ دیگر ائمہ مسلمین رحمہم اللہ نے۔" (فتاویٰ ابنِ تیمیہ ص ۲۵۴ ج۲)

نیز فرماتے ہیں :

"یومِ عاشوراء کو شیعوں نے ماتم وغیرہ کی بدعت نکالی اور ناصبیوں نے سرمہ لگانا، غسل کرنا، عیال پر کشادگی کرنا وغیرہ مشروع قرار دیا۔ یہ ایک بدعت ہے جو دشمنانِ حسینؓ نے نکالی اور وہ ایک بدعت ہے جسے محبانِ حسینؓ نے وضع کیا اور جو بدعت بھی ہو وہ گمراہی ہے۔ ائمہ اربعہ اور ان کے علاوہ ائمہ اسلام نے اس کو پسند کیا ہے نہ اُس کو۔ اور ان دونوں بدعتوں میں سے کسی کے لیے کوئی دلیل شرعی موجود نہیں ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک یوم عاشوراء کو صرف روزہ رکھنا مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ اس کے ساتھ نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھا جائے۔" (منہاج السنۃ ص ۲۴۸ ج ۲)

۴۔ حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں "بَابٌ فِیْ صِیَامِ عَاشُوْرَاءَ" کے تحت یہ روایت

نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "رجب ایک عظیم الشان مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نیکیاں چند در چند کرتا ہے۔ پس جو شخص ماہِ رجب میں ایک دن روزہ رکھ لے اس نے گویا ایک سال روزہ رکھا اور جو اس مہینہ میں سات دن روزہ رکھ لے اس سے جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور جو آٹھ دن روزہ رکھ لے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جو دس دن روزہ رکھ لے اللہ تعالیٰ اس کی ہر مانگ پوری کر دے گا اور جو اس مہینہ کے پندرہ دن روزہ رکھ لے تو اس کے لیے آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے کہ تیری گزری ہوئی ساری خطائیں معاف کر دی گئیں، اب تو اپنے اعمال کے نئے کھاتے پر نظر کر، اور جو شخص اس مہینہ میں پندرہ دن سے بھی زیادہ روزہ رکھے گا اسے اسی حساب سے مزید صلہ ملے گا۔ اسی ماہِ رجب میں اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو کشتی پر سوار کیا تھا اور حضرت نوحؑ اور جملہ سوارانِ کشتی نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ وہ کشتی سات مہینے تک بہتی رہی۔ ساتویں مہینہ (محرم) میں عاشوراء کے دن جودی پہاڑ پر رک گئی اور سب نیچے اتر آئے اور بطورِ شکرِ الٰہی نوح علیہ السلامؑ جملہ مومنین اور کشتی پر سوار تمام چرند و پرند نے اس دن روزہ رکھا۔ یہی یوم عاشوراء ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے سمندر کو پھاڑا اور آدمؑ کی توبہ قبول کی اور اسی مبارک دن میں قومِ یونسؑ کی بھی توبہ قبول ہوئی اور ابراہیم علیہ السلام بھی اسی مبارک دن میں پیدا ہوئے۔"

حافظ ہیثمی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اس حدیث کو طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اس کا ایک راوی عبد الغفور ہے جو متروک ہے!" (ص ۱۸۸ ج ۳)

ہمیں اس طویل حدیث کا صرف وہ حصہ ذکر کرنا تھا جو یوم عاشوراء سے متعلق ہے۔ مگر ہم نے قارئین کی ضیافتِ طبع کے لیے پوری حدیث ذکر کر دی، تاکہ اسی ضمن میں انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اسلام کے نادان دوستوں اور دانا دشمنوں کی تگ و تاز کچھ یوم عاشوراء و محرم ہی تک محدود ہو کر نہیں رہ گئی تھی بلکہ ان ظالموں نے دوسرے مہینوں کو بھی اپنی سخن سازیوں کا نشانہ بنایا اور ماہ و روز ہی پر کچھ موقوف نہیں، شریعت کا وہ کونسا گوشہ ہے جو ان کی کرمفرمائی سے محفوظ رہا ہو اور وہ کونسا موضوع ہے جس پر ان حضرات نے طبع آزمائی نہ کی ہو؟

کاش ہمارا دفتر حدیث ان ظالموں کی طبع آزمائیوں سے محفوظ رہتا تو شائد اس ملت کو افتراقِ ملت کا یہ روزِ بد نہ دیکھنا پڑتا اور یہ خیرِ امم بدعات "ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ" میں سرتاپا غرق نہ ہوئی ہوتی۔

اللہ جزائے خیر دے ہمارے ان بزرگوں کو، جنھوں نے شب و روز کی محنتِ شاقہ برداشت کرکے ایک ایک راوی کا کھوج لگایا اور ہر ایک کی حیثیت واضح کی۔ سچ کو جھوٹ سے اور صحیح کو سقیم سے ممتاز کیا اور ایسا مستقل فن اسماء الرجال ایجاد کیا جس کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔

اس زیرِ نظر حدیث کی بابت آپ نے ہیثمی کا ریمارک پڑھا کہ اس کا ایک راوی عبدالغفور ہے جو متروک ہے اور متروک راوی کی روایت مردود روایات کے خانے میں آتی ہے۔ یہ روایت ہرگز اس لائق نہیں کہ اسے قبول کیا جائے۔

سیوطی نے "اللآلی المصنوعہ" (ص ۲۷۲) میں اسی روایت کو کچھ فرق کے ساتھ شعب الایمان للبیہقی اور ابن عساکر و تفسیر ابن جریر کے حوالے سے الگ الگ سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے مگر ان میں سے کوئی بھی سند مجہول و متروک راویوں سے محفوظ نہیں ہے حتیٰ کہ بعض وضاع و کذاب رواۃ بھی اس میں آگئے ہیں اور ایسے راویوں کی روایت نہ خود مقبول ہوتی ہے نہ کسی روایت کو مقبول بنا سکتی ہے۔

میں اس جگہ یہ بات واضح کر دینی چاہتا ہوں کہ کسی ضعیف روایت سے دوسری ضعیف کو یا کسی ضعیف روایت کو متعدد طرق سے آجانے کے سبب قوت ملنے کی جو بات مشہور ہے وہ علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ اس کے کچھ حدود و قیود ہیں۔ حافظ ابن الصلاح کے یہ الفاظ پڑھیے فرماتے ہیں:

"لَيْسَ كُلُّ ضُعْفٍ فِي الْحَدِيْثِ يَزُوْلُ بِمَجِيْئِهِ مِنْ وُجُوْهٍ بَلْ ذٰلِكَ يَتَفَاوَتُ۔ فَمِنْهُ مَا يُزِيْلُهُ ذٰلِكَ بِأَنْ يَّكُوْنَ ضُعْفُهُ نَاشِئًا مِّنْ ضُعْفِ حِفْظِ رَاوِيْهِ وَلَمْ يَخْتَلَّ فِيْهِ ضَبْطُهُ لَهُ وَكَذٰلِكَ إِذَا كَانَ ضُعْفُهُ مِنْ حَيْثُ الْإِرْسَالِ زَالَ بِنَحْوِ ذٰلِكَ كَمَا فِي الْمُرْسَلِ
الَّذِي يُرْسِلُهُ إِمَامٌ حَافِظٌ إِذْ فِيهِ ضُعْفٌ قَلِيْلٌ يَزُوْلُ بِرِوَايَتِهِ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ وَمِنْ ذٰلِكَ ضُعْفٌ لَا يَزُوْلُ بِنَحْوِ ذٰلِكَ . . .
لِقُوَّةِ الضُّعْفِ وَتَقَاعُدِ هٰذَا الْجَابِرِ عَنْ جَبْرِهِ وَمُقَاوَمَتِهِ وَذٰلِكَ كَالضُّعْفِ الَّذِيْ يَنْشَأُ مِنْ كَوْنِ الرَّاوِيْ مُتَّهَمًا بِالْكَذِبِ أَوْ كَوْنِ الْحَدِيْثِ شَاذًّا۔ وَهٰذِهِ جُمْلَةٌ تَفَاصِيْلُهَا

تُدْرَكُ بِالْمُبَاشَرَةِ وَالْبَحْثِ۔ فَاعْلَمْ ذٰلِكَ فَإِنَّهُ مِنَ النَّفَائِسِ الْعَزِيْزَةِ۔" (مقدمہ علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۳۰، ۳۱ طبع حلب ۱۹۶۶ء)

بنا بریں سیوطی کی ذکر کردہ ان واہی سندوں سے اس موضوع یا علی سبیل التنزل اس ضعیف ترین روایت کو کیا قوت مل سکتی ہے؟

عاشوراء کے دن کوہِ جودی پر کشتی نوح کے ٹھہرنے اور نوح علیہ السلام کے اس دن روزہ رکھنے کا ذکر مسند احمد (ص ۳۵۹ ج ۲) میں بھی ہے۔ مگر یہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی عبد الصمد کو امام احمدؒ نے ضعیف کہا ہے اور عبد الصمد نے اس حدیث کو اپنے باپ حبیب بن عبد اللہ الازدی سے روایت کیا ہے اور اس کو ابو حاتم نے مجہول کہا ہے (تہذیب التہذیب)

۵۔ ابن الجوزی نے موضوع روایات کے تحت یہ حدیث بھی ذکر کی ہے جس کو جویبر نے ضحاک سے اور ضحاک نے ابنِ عباسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

"جس نے عاشوراء کے دن اثمد کا سرمہ لگایا اُسے زندگی بھر آشوبِ چشم کی شکایت نہ ہوگی۔" (ص ۲۰۴ ج ۲)

اس حدیث کا راوی جویبر سخت مجروح ہے۔ حاتم نے اس سے اظہارِ براءت کیا ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا جویبر کی مرفوع روایات منکر ہیں، نیز امام احمد و جوزجانی نے فرمایا اس شخص کی مرویات میں مشغول ہی نہ ہونا چاہیے۔ نسائی، علی بن جنید اور دارقطنی نے اسے متروک کہا ہے۔ علی بن مدینی نے اسے بہت ہی ضعیف کہا ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ شخص ضحاک سے بہت سی منکر روایتیں نقل کرتا ہے۔ یعقوب ابنِ اسحاق نے اسے ان لوگوں میں ذکر کیا ہے جن کی روایتوں سے اعراض کیا جاتا ہے۔ یحیٰی القطان نے فرمایا، ضحاک جویبر اور محمد بن السائب سے حدیثیں ہی نہ لینی چاہئیں۔ (موضوعات، میزان، تہذیب، کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی)

گویا جویبر کے شیخ ضحاک بھی متکلم فیہ ہیں۔ بعض ائمہ نے اگرچہ ان کی توثیق کی ہے مگر یحیٰی القطان نے فرمایا، ضحاک ہمارے نزدیک ضعیف ہیں، نیز فرمایا کہ شعبہ ضحاک سے حدیث نہیں لیتے تھے اور وہ اس بات سے انکار کرتے تھے کہ ضحاک نے ابنِ عباسؓ

سے کبھی ملاقات کی ہے، ابنِ حبان فرماتے ہیں، وہ شخص وہم میں مبتلا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ ضحاک نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے، ضحاک کی ملاقات کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں ہے۔ ابنِ عدی نے کہا کہ ضحاک کی وہ تمام مرویات محلِ نظر ہیں جو ابنِ عباس رضی اللہ عنہ وابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ہیں۔ (میزان وتہذیب)

اس روایت کو سیوطی نے بھی "اللآلی المصنوعۃ" میں حاکم کے اظہارِ براءت کے ساتھ نقل کیا ہے، پھر اس روایت کے بارے میں بیہقی کی تخریج وتضعیف ذکر کی ہے اور ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "ضحاک کی ملاقات ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔" (ص ۳۶۸)

گویا اس روایت میں انقطاع بھی ہے۔ ضحاک وابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے مابین کوئی راوی ساقط ہے جس کا پتہ نہیں کہ وہ کون ہے اور کیسا ہے؟

سیوطی نے اس کے بعد بھی حدیث تاریخ لابن النجار کے حوالہ سے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً ذکر کی ہے کہ "جس نے یوم عاشوراء کو اثمد کا سرمہ لگایا، جس میں کہ مشک بھی ہو تو وہ آشوبِ چشم سے عافیت دیا جائے گا۔" پھر اس حدیث کے ایک راوی اسمٰعیل بن معمر کی بابت لکھتے ہیں:

"اِسْمٰعِیْلُ بْنُ مَعْمَرٍ قَالَ فِی الْمِیْزَانِ لَیْسَ بِثِقَۃٍ"، یعنی اسماعیل بن معمر ثقہ نہیں ہیں۔ اور یہ لفظ "لَیْسَ بِثِقَۃٍ" مراتبِ الفاظِ جرح میں سے مرتبۂ ثانیہ کا لفظ ہے اور مرتبۂ اولیٰ وثانیہ وثالثہ کے الفاظِ جرح سے جس راوی پر جرح کی گئی ہو اس کی بابت محدثین کا اصول ہے کہ "لَا یُحْتَجُّ بِحَدِیْثِہٖ وَلَا یُسْتَشْھَدُ بِہٖ وَلَا یُعْتَبَرُ بِہٖ۔"

(شرح الفیۃ الحدیث للعراقی ص۱۴۳ طبع مصر ۱۹۳۸ء)

نیز اس حدیث کے ایک راوی محمد بن عمرو بن علقمہ ہیں جن کی اگرچہ بعض ائمہ نے توثیق کی ہے مگر جوزجانی نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے۔ یحییٰ القطان نے فرمایا، آدمی نیک ہیں مگر حدیث کو کچھ زیادہ یاد رکھنے والے نہیں ہیں۔ یحییٰ ابن معین نے فرمایا محدثین ان کی حدیثیں لینے سے ہمیشہ گریز کرتے تھے۔ ابنِ حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ مگر فرمایا کہ یہ خطا بھی کر جاتے ہیں۔ ابن سعد نے کہا، یہ کثیر الحدیث ہیں مگر ضعیف سمجھے جاتے ہیں۔ (میزان وتہذیب)

قصہ کوتاہ عاشوراء کے دن سرمہ لگانا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ توسیع

لنفقۃ علی العیال" والی حدیث پر کلام کے ضمن میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی تصریح منہاج السنہ (ص ۲۴۸ ج ۲ و ص ۱۱۱ ج ۴ کے حوالے سے اوپر گزری کہ یوم عاشوراء کو سرمہ لگانا منجملہ ان بدعات کے ہے جسے دشمنانِ حسین رضؓ ناصبیوں نے شیعوں کے حزن و ماتم کے مقابل ایجاد کر لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز یہ عمل ثابت نہیں ہے" اور حاکم کا یہ قول ابن الجوزی نے موضوعات میں ذکر کیا ہے:

"وَالِاکْتِحَالُ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ لَمْ یَرِدْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْہِ اَثَرٌ وَھُوَ بِدْعَۃٌ اِبْتَدَعَہَا قَتَلَۃُ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ"

"یوم عاشوراء کو سرمہ لگانا کسی بھی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، یہ ایک بدعت ہے جسے قاتلانِ حسین رضؓ نے ایجاد کر لیا ہے۔" (ص ۲۰۴ ج ۲)

۶۔ اور ابن الجوزی نے موسٰی (بن عبداللہ) الطویل عن انس کے طریق سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے شروع محرم سے نو دن تک روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہوا میں ایک میل کا لمبا چوڑا قبہ بنائے گا جس میں چار دروازے ہوں گے۔" ابن الجوزی فرماتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ:

"مُوْسَی الطَّوِیْلُ یَرْوِیْ عَنْ اَنَسٍ اَشْیَاءَ مَوْضُوْعَۃً لَا یَحِلُّ کَتْبُہَا اِلَّا عَلَی التَّعَجُّبِ"

کہ "موسی الطویل حضرت انس رضؓ کی نسبت سے بہت سی موضوعات بیان کرتا ہے جن کا نقل کرنا بھی درست نہیں ہے مگر یہ کہ بر سبیلِ تعجب نقل کیا جائے۔" (الموضوعات ص ۱۹۹ ج ۲)

ابن عدی اور ابو نعیم سے بھی اس شخص کے بارے میں اسی سے ملتی جلتی جرح منقول ہے (لسان) ذہبی اس کی ایک روایت کہ "میں نے حضرت عائشہ رضؓ کو بصرہ میں خاکستری اونٹ پر ہرے ہودج میں بیٹھی ہوئی دیکھا ہے" نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اُنْظُرْ اِلٰی ھٰذَا الْحَیَوَانِ الْمُتَّہَمِ کَیْفَ یَقُوْلُ فِیْ حُدُوْدِ

سَنَةٍ مِائَتَيْنِ اَنَّهُ رَأَى عَائِشَةَ فَمَنِ الَّذِي يُصَدِّقُهُ"۔

"ذرا اس حیوانِ متہم کو تو دیکھو، سن دو سو کے حدود میں یہ کیسے کہہ رہا ہے کہ اُس نے حضرت عائشہ رضؓ کو دیکھا ہے، بھلا کون اس کی تصدیق کرے گا؟" (میزان)

۷۔ اور ابن الجوزی نے " اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَرْوِيُّ عَنْ وَهْبِ بْنِ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ " کے طریق سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص نے ذی الحجہ کے آخری دن اور محرم کے پہلے دن روزہ رکھا اس نے گزرنے والے سال کو روزہ کی حالت میں ختم کیا اور آنے والے سال کا روزہ سے افتتاح کیا[1] اس بناء پر اللہ تعالیٰ ان دونوں روزوں کو اس کے لیے پچاس سال کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔"

یہ حدیث بھی موضوع ہے۔ ابن الجوزی فرماتے ہیں:

"اَلْمَرْوِيُّ هُوَ الْجُوَيْبَارِيُّ وَوَهْبٌ كِلَاهُمَا كَذَّابٌ وَضَّاعٌ" ص ۱۹۹ ج ۲

اُس حدیث کے راوی احمد الہروی اور وہب دونوں کذاب و وضاع ہیں۔

اور احمد الہروی کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَالِدٍ الْجُوَيْبَارِيُّ وَيُقَالُ الْجُوبَارِيُّ وَجُوبَارٌ مِنْ عَمَلِ هَرَاةٍ - قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ كَانَ يَضَعُ الْحَدِيثَ لِابْنِ كِرَامٍ عَلَى مَا يُرِيدُهُ - وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ هُوَ اَبُو عَلِيٍّ الْجُوَيْبَارِيُّ دَجَّالٌ مِنَ الدَّجَاجِلَةِ رَوَى عَنِ الْاَئِمَّةِ اُلُوفَ

---

[1] واضح ہو کہ ہجری سن کا استعمال اور اس کے پہلے و آخری مہینے کی تعیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہیں، بلکہ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت علیؓ کے مشورے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے واقعہ کو اسلامی سنہ کی ابتداء قرار دے کر اسلامی سنین کا شمار شروع کیا اور حضرت عثمانؓ کے مشورہ سے محرم کو ہجری سال کا پہلا مہینہ قرار دیا اس سے پہلے کے سنین کو خاص خاص نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ مثلاً سن اذان، سن امر بالقتال، سنہ وداع وغیرہ۔

حَدِيْثٍ مَاحَدَّثُوْا بِشَيْءٍ مِنْهَا - وَقَالَ النَّسَائِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ كَذَّابٌ. قُلْتُ الْجُوْبَارِيُّ مِمَّنْ يُضْرَبُ الْمَثَلُ بِكِذْبِهِ. قَالَ الْبَيْهَقِيُّ أَمَّا الْجُوْيْبَارِيُّ فَإِنِّي أَعْرِفُهُ حَقَّ الْمَعْرِفَةِ بِوَضْعِ الْأَحَادِيْثِ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ وَضَعَ عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفِ حَدِيْثٍ، وَسَمِعْتُ الْحَاكِمَ يَقُوْلُ هٰذَا كَذَّابٌ خَبِيْثٌ وَضَعَ كَثِيْرًا فِي فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ لَا تَحِلُّ رِوَايَةُ حَدِيْثِهِ بِوَجْهٍ"

یعنی یہ "شخص بہت بڑا جھوٹا اور نہایت ہی دجّال و خبیث تھا۔ اس نے ہزاروں حدیثیں گھڑ ڈالی ہیں۔" (میزان)

اسی کی گھڑی ہوئی وہ حدیث بھی ہے کہ "میری امت میں ایک شخص پیدا ہوگا جسے ابوحنیفہ کہا جائے گا، اللہ تعالیٰ اسی کے ہاتھ پر میری سنت کی تجدید کرے گا" یہ شخص حدیثیں گھڑنے میں اتنا تیز تھا کہ اس کی موجودگی میں جہاں کوئی بحث چلی فوراً کوئی حدیث اس کے بارے میں گھڑ کر بیان کر دیتا۔ ایک دفعہ کچھ لوگ ابوہریرہؓ سے حسن بصری کے سماع کی بابت بحث کر رہے تھے، اس نے سنا تو فوراً ایک سلسلہ سند کے ساتھ یہ حدیث گھڑ دی کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" "حسن بصری کا سماع ابوہریرہؓ سے ثابت ہے۔" (میزان)

یہ حدیثیں گھڑنے والے کتنے بیباک و بیحیا ہوتے تھے کہ ایسی ظاہر البطلان حدیثیں گھڑتے ہوئے بھی انہیں شرم نہ آتی تھی۔ زمانۂ نبوی میں جبکہ حسن بصری کا وجود ہی نہ تھا۔ آنحضورؐ یہ کیوں فرمائیں گے کہ حسن بصری کا سماع حضرت ابوہریرہؓ سے ثابت ہے؟

اس کا شیخ وہب بن وہب، اس سے بھی بڑھ کر وضّاع و کذّاب تھا۔ امام احمدؒ نے فرمایا "هُوَ أَكْذَبُ النَّاسِ" شعیب بن اسحاق نے فرمایا "كَذَّابُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ" ابوالبختری وہب بن وہب کی کنیت ہے۔ ابن الجارود نے فرمایا "كَذَّابٌ خَبِيْثٌ كَانَ عَامَّةَ اللَّيْلِ يَضَعُ الْحَدِيْثَ" عقیلی نے کہا "لَا أَعْلَمُ لَهُ حَدِيْثًا مُسْتَقِيْمًا كُلُّهَا بَوَاطِيْلُ" ابن معین نے فرمایا "كَانَ يَكْذِبُ، عَدُوُّ اللّٰهِ" عثمان بن ابی شیبہ نے فرمایا "أَرٰى أَنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ دَجَّالًا" (لسان)

۸۔ شیخ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ" میں یہ روایت نقل کی ہے کہ "جس نے یوم عرفہ کو روزہ رکھا تو وہ روزہ اس کے لیے دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہوگا اور جس نے ماہِ محرم میں کسی دن روزہ رکھا تو ہر دن کے روزہ کا ثواب تیس دن کے روزوں کے برابر ہوگا۔"

اس حدیث کی بابت شیخ البانی فرماتے ہیں، یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کو طبرانی نے المعجم الصغیر (ص ۲۰۰) میں "ہیثم بن حبیب عن سلام الطویل عن حمزۃ الزیات عن لیث بن ابی سلیم عن مجاہد عن ابن عباس" کی سند سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ ہیثم بن حبیب اس حدیث کو روایت کرنے میں منفرد ہے۔ شیخ البانی نے اس میں تین علتیں ذکر کی ہیں، ایک یہ کہ اس کی سند میں ہیثم بن حبیب ہے جو ذہبی کے نزدیک ایک خبر باطل (بابت مہدی۔ میزان) کی وجہ سے متہم ہے اگرچہ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ثانیاً سلام الطویل ہے جو متہم ہے، ثالثاً لیث بن سلیم ہے جو ضعیف ہے مگر تعجب ہے منذری پر کہ اتنی علتوں کے باوجود وہ فرماتے ہیں:

"رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الصَّغِيْرِ۔ وَهُوَ غَرِيْبٌ وَإِسْنَادُهُ لَا بَأْسَ بِهِ"

شیخ فرماتے ہیں:

وَهٰذَا ذُهُوْلٌ عَجِيْبٌ۔ وَإِلَّا فَكَيْفَ يُسْلَمُ مِنَ الْبَأْسِ إِذَا كَانَ فِيْهِ ذَاكَ الْمُتَّهَمُ الطَّوِيْلُ، قَالَ فِيْهِ ابْنُ خِرَاشٍ كَذَّابٌ۔ وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ يَرْوِيْ عَنِ الثِّقَاتِ الْمَوْضُوْعَاتِ كَأَنَّهُ كَانَ الْمُعْتَمِدُ لَهَا وَقَالَ الْحَاكِمُ رَوٰى أَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةً۔"

شیخ البانی فرماتے ہیں "البتہ اس حدیث کا شطر اول (یعنی پہلا ٹکڑا جو یوم عرفہ سے متعلق ہے) وہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ اس کے لیے بہت سے شواہد ہیں۔ مسلم وغیرہ میں یہ حدیث مروی ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ ایک سال بعد کے اور ایک سال پہلے کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔"

طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں شطر ثانی کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے:

"مَنْ صَامَ يَوْمًا مِنَ الْمُحَرَّمِ فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ ثَلَاثُوْنَ حَسَنَةً۔"

"جس نے ماہِ محرم میں کسی دن روزہ رکھا، اسے ہر دن کے عوض تیس نیکیاں ملیں گی۔"

شیخ البانی فرماتے ہیں یہ حدیث بھی موضوع ہے۔ اس کی سند میں بھی وُہی سب رواۃ ہیں جو اس پہلی حدیث کی سند میں ہیں۔ نیز ان دونوں حدیثوں میں ایک سند سے مروی ہونے کے باوجود یہ اختلاف ہے کہ اس حدیث میں "ثَلَاثُوْنَ حَسَنَةً" ہے۔ اور اس پہلی روایت میں "ثَلَاثُوْنَ يَوْمًا" ہے۔ یہ اس حدیث کے موضوع ہونے کی چوتھی علت ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ المجلد الاوّل الجزء الخامس، رقم الحدیث ۴۱۲، ۴۱۳)

۹۔ ابن الجوزی نے موضوع روایات کے تحت تین سندوں سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ "عبداللہ بن معاویہ الجمحی نے کہا مجھ سے میرے باپ نے اور ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ان کے دادا نے اور ان سے ابو امیہ عنبسہ بن امیہ بن خلف الجمحی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں ایک لٹورا دیکھا تو فرمایا، "یہ پہلا پرندہ ہے جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا۔"

اس حدیث کی تینوں سندیں عبداللہ بن معاویہ الجمحی پر مل جاتی ہیں مگر پہلی سند میں آخری راوی کا نام ابو امیہ عنبسہ بن امیہ بن خلف الجمحی ہے اور دوسری و تیسری سند میں ابو علیط و ابو غلیظ (بمہملتین و بمعجمتین) بن امیہ بن خلف الجمحی ہے۔

تینوں سندوں سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ابن الجوزی فرماتے ہیں:

۱۔ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

۲۔ عنبسہ و ابو غلیظ و ابو علیط کا زمرۂ صحابہ میں ہونا غیر معروف ہے۔

۳۔ عبداللہ بن معاویہ کو (جن پر تینوں سندوں کا مدار ہے) امام بخاریؒ نے منکر الحدیث کہا ہے اور عقیلی نے کہا ہے کہ یہ شخص بے بنیاد و منکر حدیثیں بیان کرتا ہے۔

۴۔ یہ حدیث اس بنیاد پر بھی قابلِ رد ہے کہ پرندہ تو روزہ رکھتا نہیں۔

(موضوعات ص ۲۰۴ ج ۲)

اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ ذہبی نے اس حدیث کو منکر کہا ہے اور اس سند کے دو راوی عبداللہ بن معاویہ کے باپ و دادا کو مجہول قرار

دیا ہے۔ (میزان ترجمہ معاویہ بن موسیٰ)

اور تبصرہ کی شق ۱-۴ بھی میرے نزدیک درست ہے کیونکہ پرندے کا روزہ رکھنا بالکل ہی ناقابلِ فہم ہے اور ایسی ناقابلِ فہم بات بلا کسی صحیح حدیث کے ہرگز قبول نہیں کی جاسکتی۔

مگر تبصرہ کی شق ۲-، ۳- میرے نزدیک محلِ نظر ہے عنبسہ کو حافظ نے اصابہ کی قسم اول میں ذکر کیا ہے۔ پھر اصابہ کے باب الکنی حرف الغین القسم الاول میں ابو غلیظ کے تحت ان کا تفصیلی ذکر کیا ہے ابو غلیظ عنبسہ کی کنیت بتائی ہے اور تاریخ خطیب کے حوالہ سے (جہاں سے کہ ابن الجوزی نے یہ روایت لی ہے) اسی روایت کو انہی تینوں سندوں سے نقل کیا ہے اور ابن قانع نے بھی معجم الصحابہ میں اس روایت کی تخریج کی ہے اور ابو غلیظ کو زمرۂ صحابہ رض میں ذکر کیا ہے۔ البتہ ان کے نام و کنیت میں بہت اختلاف ہے۔

اور عبداللہ بن معاویہ پر ابن الجوزی نے جو تبصرہ کیا ہے میری تحقیق میں اس کی صحت محلِ نظر ہے۔ اس لیے کہ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اس سند کے راوی عبداللہ بن معاویہ الجمحی البصری ہیں جو اولادِ ابی غلیظ میں سے ہیں لیکن عبداللہ بن معاویہ الجمحی البصری کے بارے میں بخاری اور عقیلی کی مذکورہ جرح مجھے کہیں نہ مل سکی۔ البتہ عبداللہ بن معاویۃ الزبیری البصری (من ولد الزبیر بن العوام) کے بارے میں بخاری و عقیلی کی وہ جرح ملتی ہے جو ابن الجوزی نے عبداللہ بن معاویۃ الجمحی البصری کے بارے میں ذکر کر دی ہے (ملاحظہ ہو امام بخاری کی التاریخ الکبیر ص ۲۰۹، القسم الاول الجزء الثالث، والتاریخ الصغیر ص ۲۲۲ وکتاب الضعفاء الصغیر ص ۲۱، اور ابن حجر کی لسان المیزان ص ۳۶۳ ج ۳)

سیوطی نے "اللآلی المصنوعہ" میں عبداللہ بن معاویۃ الجمحی کی نکارت جو ذکر کی ہے، وہ "موضوعات لابن الجوزی" سے نقل کی ہے۔ اور علامہ محمد طاہر فتنی نے بھی غالباً ابن الجوزی ہی کی تقلید کرتے ہوئے "قانون الموضوعات والضعفاء" ص ۲۷۴ میں "عبداللہ بن معاویۃ الجمحی منکر الحدیث" لکھ دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

سیوطی نے "اللآلی المصنوعہ" میں حکیم ترمذی کے حوالہ سے اس زیرِ بحث حدیث کی ایک شاہد ذکر کی ہے کہ ابو ہریرہ رض نے فرمایا، "لٹورا پہلا پرندہ ہے جس نے روزہ رکھا" (ص ۳۶۸) مگر اس کی حالت نہایت ہی سقیم ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی سفیان بن وکیع ہیں

جو اگرچہ بڑے باپ کے بیٹے ہیں مگر نہایت مجروح ہیں اور ان کی مرویات بالکل ہی ناقابلِ استناد ہیں۔ میزان و تہذیب کی یہ عبارتیں پڑھیے:

"سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعِ بْنِ الْجَرَّاحِ ... قَالَ أَبُو زُرْعَةَ يُتَّهَمُ بِالْكَذِبِ۔ وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ أَشَارَ أَبِي عَلَيْهِ أَنْ يُغَيِّرَ وَرَّاقَهُ فَإِنَّهُ أَفْسَدَ حَدِيثَهُ وَقَالَ لَهُ لَا تُحَدِّثْ إِلَّا مِنْ أُصُولِكَ فَقَالَ سَأَفْعَلُ۔ ثُمَّ تَمَادَى وَحَدَّثَ بِأَحَادِيثَ أُدْخِلَتْ عَلَيْهِ۔ يُقَالُ كَانَ وَرَّاقُهُ يُلَقِّنُهُ مِنْ حَدِيثٍ مَوْقُوفٍ فَيَرْفَعُهُ أَوْ مُرْسَلٍ يُوصِلُهُ أَوْ يُبَدِّلُ رَجُلًا بِرَجُلٍ۔" (میزان) وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ سَأَلْتُ أَبَا زُرْعَةَ عَنْهُ فَقَالَ لَا يَشْتَغِلُ بِهِ، وَقَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِثِقَةٍ۔ وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ الْآجُرِّيُّ امْتَنَعَ أَبُو دَاوُدَ مِنَ التَّحْدِيثِ عَنْهُ۔" (تہذیب)

یعنی" ابو زرعہ نے انہیں متہم بالکذب قرار دیا ہے اور کہا ہے ان کی مرویات نہ لینی چاہئیں۔ نسائی نے انہیں "غیر ثقہ" اور "لیس بشئی" کہا ہے۔ ان کا ایک خائن وراق تھا جو ان کی مرویات میں بڑی گڑبڑ کیا کرتا تھا۔ غلط سلط حدیثیں ان کی مرویات میں داخل کر دیتا۔ ان کی موقوف روایات کو مرفوع اور مرسل کو موصول کر دیتا اور ان کی سندوں میں راویوں کو ادل بدل دیتا تھا۔ بعض محدثین نے سفیان کو اس خیانت سے آگاہ بھی کیا مگر وہ نہ تو ان مرویات سے باز آئے نہ اس وراق کو الگ کیا۔"

ایسی صورت میں ان کی مرویات کیونکر قابلِ اعتبار و لائق استناد ہو سکتی ہیں اور ایسی ساقط الاعتبار روایتوں سے کسی روایت کو کیا قوت مل سکتی ہے؟ اوپر مقدمہ ابن الصلاح کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ اس درجہ سقیم روایتیں کسی روایت کی تقویت کا سبب نہیں بن سکتیں۔

(باقی آئندہ ان شاء اللہ)